احرار اور تحریک تحفظ ختم نبوت 1953ء (قسط 8)

ایک ضروری تصحیح اور اعتذار

جولائی ۱۹۹۶ء کے شمارہ میں مستقل مضمون "احرار اور تحریک تحفظ ختم نبوت" کی پانچویں قسط شائع ہوئی۔ صفحہ نمبر ۵۳ پر یہ مضمون "باقی آئندہ" کے نوٹ کے ساتھ ختم ہو گیا مگر اگست ۱۹۹۶ کے شمارہ میں پانچویں قسط کا بقیہ حصہ کاغذات میں ادھر اُدھر ہونے کے باعث شائع نہ ہو سکا۔ اور چھٹی قسط شائع ہو گئی۔ ذیل میں قسط نمبر ۵ کا بقیہ حصہ پیش کیا جا رہا ہے۔ قارئین اسے فوٹو کرا کر شمارہ جولائی کے صفحہ ۵۳ پر "تصویر کا دوسرا رخ" کے ذیلی عنوان کے ساتھ شامل کر لیں۔ اراکین ادارہ محترم محمد یعقوب اختر، محترم شیخ عبدالمجید احرار اور اپنے قارئین سے اس سہو پر معذرت کرتے ہیں (مدیر)

دو تین دن گذر گئے مگر نہ تو مستری کہیں ملے اور نہ ہی ہر شب کی مجلس مشاورت میں شریک ہوئے تو میں اور محمد عالم منہاس مستری صاحب کو تلاش کرتے ہوئے مولوی حفیظ الرحمن کی جھونپڑی میں گئے تاکہ معلوم کریں کہ مستری صاحب وہاں بھی گئے ہیں یا نہیں۔ مولوی حفیظ الرحمن کے راستے میں ایک پنواری بیٹھا کرتا تھا۔ ہم آتے جاتے اکثر اس سے پان لیا کرتے تھے۔ جس سے وہ کچھ شناسا ہو گیا تھا۔ آج بھی اس سے پان لینے کے لئے کھڑے ہوئے تو اس نے ادھر ادھر نظر دوڑا کر رازدارنہ لہجہ میں کہا کہ آپ کے ساتھی مولوی صاحب کو پولیس پرسوں یہاں سے گرفتار کر چکی ہے۔ اس لئے خیریت اسی میں ہے کہ اس جھونپڑی میں جانے کی بجائے الٹے پاؤں واپس چلے جائیں۔ اسکے بتائے ہوئے حلیہ سے ہمیں یقین ہو گیا کہ مولوی حفیظ الرحمن نے مستری رشید احمد کو گرفتار کروا دیا ہے۔ ہم وہاں سے بذریعہ بس شہر آگئے اور رات اپنی جھونپڑی کے بجائے کسی دوسری جگہ گزاری۔ دن میں کلری جھونپڑیاں اکثر خالی ہو جایا کرتی تھیں۔ دوسرے دن تقریباً گیارہ بجے ہم اپنی جھونپڑی گئے۔ جلدی جلدی کاغذات سمیٹے، سائیکلو سٹائل مشین، ڈپلیکیٹر اور دوسرا سامان بوری میں بند کیا اور سائیکل رکشہ پر غیر معروف راستوں سے ہوتے ہوئے صدر آگئے۔ اگلے روز ہمیں اطلاع ملی کہ جھونپڑی خالی کرنے کے چند ہی منٹ بعد وہاں پولیس نے چھاپہ مارا۔ کلری جھیل کی تمام جھونپڑیوں اور بلوچ مسجد کا سارا علاقہ گھیرے میں لے کر تلاشی لی گئی۔ ہماری جھونپڑی کا تالہ توڑ کر تلاشی لی گئی۔ امام مسجد سے بھی پوچھ گچھ کی گئی کہ بتاؤ وہ کون لوگ تھے، کدھر گئے ہیں سائیکلو سٹائل مشین ڈھونڈنے کی ناکام کوشش

کی گئی لیکن ہم بھی تو پہلے ہی بسیرا بدل چکے تھے۔

گوجرانوالہ سے چھپنے والی ایک کتاب پڑھنے سے اب معلوم ہوا ہے کہ چھاپہ گوجرانوالہ کے ایک غلام نبی نامی آدمی کی مخبری پر مارا گیا۔ تھا لیکن "جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے" کے مصداق ابھی چند دن اور باہر رکھنا اللہ کو منظور تھا اس لئے بچ گئے۔ کراچی میں اب میں اور محمد عالم منہاس ہی بقیۃ السیف تھے۔ چنانچہ ہم دونوں نے باہم فیصلہ کیا کہ اب پنجاب واپس جاکر گرفتاری دینی چاہیے۔ کراچی میں تحریک کو جاری رکھنا بے حد مشکل تھا۔ مستری رشید احمد بھی کراچی میں تحریک کے روحِ رواں تھے۔ فنانس بھی کرتے اور دیگر تمام بھاگ دوڑ بھی انہی کے دم سے تھی۔ چنانچہ میں اور محمد عالم منہاس جناب ایکسپریس کے ذریعہ راولپنڈی پہنچے۔ ایک دوست کے گھر دو تین گھنٹے آرام کیا۔ ہم ابھی لیٹے ہی ہوئے تھے کہ پولیس نے سارے محلے کو گھیرے میں لے لیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ صاحب خانہ نے نیند سے بیدار کر کے ہمیں پولیس کی آمد کی اطلاع دی۔ پولیس آفیسر بیٹھک میں تھا اور ہم دونوں بیٹھک میں آگئے اس نے گرفتار کر کے حوالات بھیج دیا اور اگلے روز راولپنڈی جیل میں بند کر دیا۔ گرفتاری چونکہ سیفٹی ایکٹ دفعہ ۳ کے تحت عمل میں آئی تھی لہٰذا عدالت وغیرہ کا کوئی چکر نہیں تھا۔ کچھ عرصہ بعد لائل پور (فیصل آباد) جیل میں منتقل ہو گئے۔ قید کے بقیہ دن وہیں گذار کر ۸ دسمبر ۱۹۵۳ کو رہائی ملی۔

نکلے اسیر تو بدلا ہوا زمانہ تھا۔ برسرِ اقتدار گروہ ایوانِ حکومت سے بے آبرو ہو کر حکومت سے نکل چکا تھا۔ مسلم لیگ کی جابر و قاہر سنگ دل حکومت زیر و زبر ہو چکی تھی۔ جن کرسیوں کو بچانے کے لئے مسئلہ ختم نبوت سے غداری کی تھی الٹ چکی تھی اور کل کے حکمرانوں کی یہ حالت تھی

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں

اللہ تعالیٰ کی لاٹھی بے آواز ہے اس نے مسلم لیگی رہنما قسم کے رہزنوں کو ایوانِ اقتدار سے ایسا دیس نکالا دیا کہ بقیہ زندگانی کے لئے ذلت و رسوائی ان کا مقدر بن گئی۔ جو لوگ ان میں سے آگے چلے گے وہ جتنی دیر اس دنیا میں رہے نفرت و عبرت کا نشان بنے رہے۔ جو ابھی زندہ ہیں انکی روسیاہی چھپائے نہیں چھپتی اور چالیس برس کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود اپنے زخم چاٹ رہے ہیں۔ فاعتبروا یااولی الابصار

گذشتہ قسط نمبر ے سے مسلسل

۱۹۳۵ء میں جب حکومت نے حق بالغ رائے دہی کے تحت الیکشن کرانے کا عندیہ دیا تو اس وقت پنجاب میں مجلس احرار اسلام کا طوطی بولتا تھا۔ جس سے حکومت اور اسکے ٹوڈی غداران قوم، مجلس احرار سے لرزاں و ترساں تھے۔ لہٰذا پنجاب کے ٹوڈیوں کے سر خیل سر فضل حسین وزیراعظم پنجاب اور دیگر جاگیردار (بلکہ بقول شاہ جی انگریز کے دُم کٹے کتے) سر جوڑ کے بیٹھ گئے کہ کسی بھی طرح احرار کو اسمبلی میں آنے سے روکا جائے! لہٰذا ایک سازش تیار کی گئی کہ لاہور کے لنڈا بازار میں متنازعہ مسجد شہید گنج گرا کر مجلس احرار اسلام کو

لوگوں کی نظروں سے گرا دیا جائے۔ اس سازش کے تحت روزنامہ زمیندار کے ایڈیٹر مولانا ظفر علی خاں کو شریک کرنے کے لئے خریدا گیا۔ اسی طرح روزنامہ احسان اور دیگر اخبارات میں بھی غلط اور بے بنیاد الزامات جھوٹے اتہامات اور خودساختہ مکروفریب کا جال بنا گیا اور یہ سب کچھ افسانوی داستانوں کا دودھاری پروپیگنڈا ہی تھا جس کے سہارے مکروفریب کی یہ مہم اخبارات کے ذریعہ چلا کر مجلس احرار اسلام کو بدنام کیا جا رہا تھا۔ مجلس احرار اسلام کو حکومت مخالف ہونے کے باعث اخبار کے ڈیکلریشن سے محروم کر دیا گیا۔ جماعت اخبار نہیں نکال سکتی تھی اور دوسرے اخبار جماعت کے تردیدی بیانات کوشائع کرنے کیلئے بوجوہ تیار نہ تھے!

اس لئے کسی نہ کسی طرح روزنامہ مجاھد کا ڈیکلریشن حاصل کیا گیا اور اس نازک وقت میں بھی "مجاھد" کا چیف ایڈیٹر ماسٹر تاج الدین انصاری کو مقرر کیا گیا۔ ماسٹر جی نے صرف ایک ہفتہ کے اندر تمام جھوٹ کے پلندوں کے بخئیے ادھیڑ دیئے اور مولانا ظفر علی خاں کے اخبار زمیندار کے جھوٹ کو ایسا طشت ازبام کیا کہ روزنامہ زمیندار کا ایسا ناطقہ بند کیا کہ مولانا ظفر علی خاں کے فرزند دلبند اختر علی خاں کو معاہدہ کر کے اپنے زمیندار اخبار میں شائع کرنا پڑا کہ زمیندار اخبار میں جو کچھ احرار کے متعلق چھپتا رہا ہے سب جھوٹ تھا اور آئندہ کوئی ایسا افسانہ شائع نہیں ہوگا۔ انہیں تمام جھوٹا پروپیگنڈا بند کرنے کا اعلان کر کے اپنی جان چھڑانا پڑی! یہ کامیابی بھی ماسٹر تاج الدین انصاری کے توسط سے ہی روزنامہ مجاہد کے ذریعہ اور ماسٹر جی کی ذہانت ہی سے حاصل ہوئی!

اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لیکر

امرتسر ہندوستان کا وہ تاریخی اور انقلابی شہر تھا۔ جس کو ۱۹۱۴ء میں تمام سیاسی جماعتوں نے اپنے سالانہ اجلاسوں کے لئے منتخب کیا تھا۔ یہی وہ شہر ہے جہاں جنرل ڈائر نے بے گناہ اور نہتے ہزارہا انسانوں کو محض اس لئے مشین گن کی گولیوں سے بھون دیا تھا کہ وہ انقلاب زندہ باد کا نعرہ لگا کر آزادی کے طلبگار تھے۔ اسی شہر امرتسر میں ہندو، مسلم، سکھ (معاشرتی) اتحاد کو دیکھ کر انگریزی حکومت کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔ اور اتحاد کا یہ عالم تھا کہ من و تو کا تصور ہی ختم ہو گیا۔ تمام ہندو، مسلم اور سکھ ایک پیالے سے پانی پی کر اپنی یک جہتی کا عملی مظاہرہ کر رہے تھے دیکھ کر انگریز حکومت کو اپنا چل چلاؤ نظر آنے لگا۔ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی مرحومین بھی تحریک خلافت کے سلسلہ میں جیل کی سزا کاٹ کر سیدھے امرتسر پہنچے۔ جہاں کانگریس، مسلم لیگ اور جمیعت العلماء ہند کا مشترکہ اجلاس ہو رہا تھا۔ یہاں دونوں حضرات کا ہندو مسلم اور سکھوں نے مشترکہ جلوس کے ذریعہ اتنا زبردست اور تاریخی استقبال کیا کہ اس خیر مقدمی جلوس نے انگریز حکومت کو لرزاؤ اور حکومت کرو کی رسوائے زمانہ پالیسی کو سختی سے نافذ کرنے ہی میں اپنی حکومت کی بقا نظر آئی!

آج ہم صرف عظمتِ رفتگانِ امرتسر کو یاد کر کے آہیں ہی بھر سکتے ہیں۔ برادرم صومعی کاشمیری نے

اس ضمن میں کیا خوب کہا ہے!

یاد آتی ہے شانِ امرت سر
عظمتِ رفتگانِ امرت سر
آہ وہ عالمانِ حق آگاہ
آہ وہ فاضلانِ امرت سر
وہ غلامانِ خواجۂ کونین
وہ جواں غازیانِ امرت سر
ہائے وہ شمعِ حق کے پروانے
ہائے وہ ساکنانِ امرت سر

شیخ حسام الدین اسی امرتسر کے رؤساء میں سے تھے اور مجلس احرار اسلام کے بانی رہنما تھے۔ سرخ و سفید رنگ، مناسب قد، صاف ستھرا کھدر کا لباس اور کھدر ہی کی ٹوپی اور شیروانی زیب تن کرتے! اللہ تعالیٰ نے با رعب اور دل آویز شکل و صورت سے نوازا تھا۔ آواز میں ایسا دبدبہ اور طنطنہ تھا کہ حکمرانوں کے دل دہل جاتے۔ اسٹیج پر شیر کی طرح گرجتے اور باز کی طرح جھپٹتے۔ انکے جوش و جذبہ سے بڑے بڑوں کا پتہ پانی ہو جاتا۔ بادِ مخالف اور ہوائے تند کے باوجود اپنا پرچم جواں مردی، جرأت اور بہادری لہراتے ہوئے جانبِ منزل رواں رہتے!

۱۹۳۹ء میں جب انگریز دوسری جنگ عظیم میں الجھ گیا تو مجلس احرار اسلام نے ملک کو انگریز کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے فوجی بھرتی کے خلاف سب سے پہلے علم بغاوت بلند کیا اور ایک ملک گیر منظم تحریک چلانے کا اعلان کر کے تمام سیاسی پارٹیوں کے رہنماؤں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ جس سے مجلس احرار اسلام نے ایک دفعہ پھر اپنی جرأت و بہادری کے جھنڈے گاڑ دیئے اور انگریز دشمنی میں ہندوستان بھر میں گویا سبقت لے گئی! یہ امر باعثِ حیرت ہے کہ کانگریس، مسلم لیگ، جمیعت علماء ہند اور دیگر سیاسی جماعتیں چپ تھیں اور مجلس احرار اسلام تنہا "فوجی بھرتی بائیکاٹ" کی تحریک چلا رہی تھی۔ یہ تحریک ہندوستان بھر کے عوام کی آواز بن گئی ہزاروں احرار کارکن جیلوں میں بند کر دیئے گئے۔

بعد از خرابیٔ بسیار کانگرس اور دیگر پارٹیوں نے بھی مجلس احرار اسلام کی پیروی کی!

لیکن یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

جب امرتسر میں آل انڈیا مجلس احرار اسلام کے مرکزی اجلاس میں شیخ حسام الدین مرحوم و مغفور نے فوجی بھرتی کے خلاف ریزولیوشن پیش کیا تو چودھری افضل حق علیہ الرحمۃ نے اٹھ کر ناچنا شروع کر دیا۔ سب

حیران ہوئے کہ چودھری صاحب ایسا سنجیدہ اور متین آدمی اور یہ بچگانہ حرکت؟ استفسار پر بتایا کہ جنگ کا نتیجہ چاہے کچھ ہو، ہندوستان اب غلام نہیں رہ سکتا! چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسی طرح وقت نے احرار کے ہر موقع اور صحیح اقدام پر مہر تصدیق ثبت کر دی!

یہ تحریک بھی مجلس احرار توڑ کر شیخ حسام الدین کی قیادت میں چلائی گئی!

۱۹۴۶ء میں جب وزارتی مشن لارڈ پیتھک لارنس کی سرکردگی میں کیبنٹ مشن پلان لیکر ہندوستان آیا تو اس نے کانگریس، مسلم لیگ اور دوسری سیاسی پارٹیوں کو قائل کرنے کے لئے دہلی میں ملاقات کی دعوت دی تو مسلم لیگ کے مسلم جماعتوں کے نمائندوں نے احرار رہنما شیخ حسام الدین کی قیادت میں ملاقات کی تھی! انہی ایام میں مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام دہلی میں وہ تاریخی جلسۂ عام منعقد ہوا۔ جس میں پانچ لاکھ سے زائد مسلمانوں نے شرکت کی۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے دہلی میں تاریخی اور آخری خطاب کیا جس کو سننے کے لئے لارڈ پیتھک لارنس، پنڈت جواہر لعل نہرو اور مولانا ابوالکلام آزاد تشریف لائے اور حضرت امیر شریعت کے سحر خطابت کو داد تحسین دیکر گئے! ہندوستان میں مجلس احرار کے اس تاریخی اور عظیم جلسۂ عام کے سٹیج سیکرٹری بھی شیخ حسام الدین ہی تھے۔ قیام پاکستان سے قبل امرتسری میونسپلٹی کے آخری مسلمان پریذیڈنٹ بھی آپ ہی تھے اور قیام پاکستان تک اس عہدہ پر فائز رہے! آل انڈیا موٹر ٹرانسپورٹ یونین کے مرکزی صدر بھی آپ ہی تھے۔ پرائیویٹ موٹر ٹرانسپورٹ کی اصلاح کے لئے آپ نے بہت کام کیا۔ انفرادی ٹرانسپورٹروں کو۔ کواپریٹو سوسائیٹوں سے منسلک کر کے ایک نظم و ضبط قائم کیا جس سے پبلک کو بھی بہت فائدہ ہوا۔ افسوس کہ بھٹو دور میں اسکا تانا بانا بکھیر دیا گیا اور اب ٹرانسپوٹر حکومت سے نالاں اور پبلک ٹرانسپوٹروں سے تنگ ہے!

قیام پاکستان کے بعد امرتسر سے لاہور آگئے۔ کافی شہری جائداد چھوڑ کر آنے کے باوجود گوالمنڈی میں ایک ہندو دوست نے جاتے وقت جو مکان دیا تھا، آخر وقت تک صبر شکر کے ساتھ اپنے خاندان کے ہمراہ اسی میں گذر بسر کی۔

ہندوستان کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لعل ہندو نے پیغام بھیجا کہ آپ واپس ہندوستان آجائیں مرکزی وزارت آپکی منتظر ہے لیکن شیخ صاحب نے شاہ جی اور دوسرے رفقاء کے مشورہ کے بعد پنڈت کی پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ کچھ عرصہ بعد مسز آرونا آصف علی جو مغویہ خواتین کے انخلاء کے سلسلہ میں آتی جاتی رہتی تھیں کے ذریعہ پنڈت نہرو نے دوبارہ پیش کش کی کہ اگر آپ ہندوستان نہیں آنا چاہتے تو مصر چلے جائیں۔ اور ہم دہلی سے مصر کی حکومت کو کاغذات بھیج دیتے ہیں کہ آپکو ہندوستان کا سفیر مقرر کیا جاتا ہے۔ لیکن اس جانباز مجاھد نے اس عزت افزائی کو بھی بے نیازی سے ٹھکرا کر اپنی انا کو قائم رکھا افسوس کہ اپنوں نے آزادی کے لئے قربانیوں کا صلہ قید، نظر بندی اور زبان بندی کی صعوبتوں کی صورت میں دیا۔

کواپریٹو سوسائیٹوں کے سرمایہ میں جو مسلمانوں کا حصہ تھا اور ہندوستان میں رہ گیا تھا اس کی بازیابی کے لئے سرکاری سطح پر کئی وفد گئے اور آئے لیکن ناکامی سے دوچار ہوئے۔ جب کوئی صورت بنتی نظر نہ آئی تو حکومت نے مجبوراً جناب شیخ کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہو کر پاکستانی وفد کی قیادت کی درخواست کی جو اس مرد جری نے ملکی مفاد کے پیش نظر منظور کر کے لاکھوں روپیہ ہندوستان سے واپس دلوایا۔ مجلس احرار اسلام کے سٹیج پر جناب شیخ حسام الدین کو ضیغم احرار کے خطاب سے پکارا جاتا۔ وہ لتنے بہادر۔ نڈر۔ اور بے خوف رہنما تھے کہ ضیغم ملت اور ضیغم اسلام کہلوانے کے یقیناً حقدار بھی تھے کیونکہ تحفظ ناموس رسالت ﷺ اور آزادیٔ وطن کی راہ میں اگر طوفان بھی سدِ راہ ہوئے تو اس کا رخ موڑ دیا۔ آندھیاں آئیں تو ان کو راستہ بدلنے پر مجبور کر دیا۔ زلزلوں کے جھٹکے اور بادِ مرمر کے تھپیڑے انہیں صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط کہنے سے نہ روک سکے۔ انہوں نے حق اور سچائی کے پرچم کو کسی جگہ بھی چاہے وہ جلسہ عام ہو، عدالت کا کٹہرا ہو یا حکمرانوں کے دربار ہوں سرنگوں نہ ہونے دیا۔ اس لئے ان کو کئی سال جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں قربان کرنے پڑے۔ مجلس احرار اسلام کے قیام سے لیکر پیامِ اجل کے آنے تک مجلس احرار اسلام سے وابستہ رہے! رحلت کے وقت وہ مجلس احرار اسلام کے مرکزی صدر تھے!

قارئین محترم! ذیل میں انکی حق گوئی و بے باکی کا ایک واقعہ تحریر کیا جاتا ہے! جسے پڑھکر آپ اپنے ایمان کو تازہ کریں اور احرار اکابر کے لئے دعاء مغفرت کیجئے۔ اللہ آپکا حامی و ناصر ہو۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ انکو
ید بیضاء لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

یاد ش بخیر سکندر مرزا ملک کے صدر بنے بیٹھے ہیں حسین شہید سہروردی وزیر اعظم پاکستان کا دورِ حکومت ہے مغربی پاکستان میں ڈاکٹر خان صاحب وزیر اعلیٰ ہیں!

نہیں معلوم اندر خانہ سہروردی صاحب اور سکندر مرزا کے درمیان کیا بات تھی تاہم سہروردی صاحب نے ماسٹر تاج الدین انصاری اور شیخ حسام الدین صاحبان سے کہا کہ سکندر مرزا (صدر مملکت) کو مجلس احرار اسلام کے بارہ میں غلط فہمی ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ اس کا ذہن صاف ہو جائے! لہذا آپ کی اس سے ملاقات مفید ثابت ہو گی! غرض کہ ماسٹر تاج الدین انصاری اور شیخ حسام الدین صاحبان سکندر مرزا سے ملاقات کے لئے گورنر ہاؤس لاہور چلے گئے اور سہروردی صاحب کی معیت میں اندر جا کر بیٹھ گئے۔ سکندر مرزا اپنے صدارتی جاہ و جلال کے ساتھ کمرے سے برآمد ہوا۔ اور شاہانہ بے نیازی کے ساتھ فردو کش ہو گیا۔ ڈاکٹر خان صاحب وزیر اعلیٰ صوبہ مغربی پاکستان ہمراہ تھے۔ سہروردی صاحب نے مرزا صاحب سے کہا کہ دونوں احرار رہنما، شیخ صاحب اور ماسٹر جی آئے ہیں ان سے ملیئے!

مرزا نے حقارت سے جواب دیا۔ احرار " پاکستان کے غدار ہیں " ماسٹر جی ٹھنڈی طبیعت کے آدمی تھے

کہنے لگے۔ غدار ہیں تو پھانسی پر لٹکا دیجئے۔ لیکن الزام کا ثبوت ہونا چاہیئے۔ سکندر مرزا نے اسی رعونت سے جواب دیا۔ "بس میں نے کہہ دیا کہ احرار غدار ہیں" ماسٹر جی نے تحمل کا رشتہ نہ چھوڑا لیکن مرزا صاحب نے سرکش گھوڑے کی طرح پٹھے پر ہاتھ ہی نہ دھرنے دیا۔ وہی ژاژ خائی "بس احرار غدار ہیں"!

شیخ صاحب نے غصہ میں کروٹ لی اور مرزا صاحب سے پوچھا کیا کہا آپ نے؟

مرزا صاحب، میں نے!

شیخ صاحب، جی ہاں!

"احرا پاکستان کے غدار ہیں"! مرزا نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔

شیخ صاحب کہاں رکتے۔ گورنمنٹ ہاؤس، گورنر موجود، وزیر اعلیٰ موجود، وزیر اعظم موجود، صدر مملکت کی بارگاہ؟ فوراً جواب دیا۔

"احرار غدار ہیں کہ نہیں، اس کا فیصلہ ابھی تاریخ کرے گی۔ تمہارا فیصلہ تاریخ کر چکی ہے کہ

"تم غدار ابنِ غدار ہو

تمہارے جدّ امجد میر جعفر نے نواب سراج الدّولہ سے غدّاری کی تھی اور تم اسلام کے غدار ہو"۔

اس پر ڈاکٹر خان صاحب نے فوراً شیخ صاحب مرحوم کو آغوش میں لے لیا اور سکندر مرزا کو پشتو میں کہا۔ میں نے تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ کہ ان لوگوں کے ساتھ شریفانہ لہجہ میں گفتگو کرنا۔ یہ بڑے بے ڈھب کے لوگ ہیں۔ انہوں نے تمہارے باوا انگریز کو معاف نہیں کیا۔ سہروردی حیران گن آنکھوں سے شیخ صاحب کو دیکھ رہے تھے (ماسٹر جی کا اپنا بیان ہے کہ میں دل ہی دل میں "جل تو جلال تو" پڑھ رہا تھا) لیکن شیر کی ایک ہی دھاڑ سے بلّی سپر انداز ہو چکی تھی! یکایک سکندر مرزا کا لہجہ تبدیل ہو چکا تھا! (ماخوذ از چٹان)

جرأت و مردانگی کی تمام تصاویر یکے بعد دیگرے ختم ہوتی گئیں اور... اکا دکا رہ گئے ہیں جو تیار بیٹھے ہیں،

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
شاید کہ تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

واقعہ کربلا اور اس کا پسِ منظر

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی

ایک نئے مطالعے کی روشنی میں

تحقیق کی دنیا میں علماء اور دانشوروں سے دادو تحسین وصول کرنے والی
نہایت متوازن اور مسلکِ حق کی ترجمان کتاب

قیمت 150 روپے

بخاری اکیڈمی، مہربان کالونی، ملتان۔